OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com
DOI: https://doi.org/10.53575/u4.v6.02(22)27-39

اردوادب کے فروغ میں رسائل و جرائد کا کردار: ایک تحقیقی جائزہ

The Contributio of Magazines and Journels in the progress of Urdu Litereture: A Reasearch Analysis

DR. AAMAR IQBAL
Federal Urdu University, Islamabad.

DR. MAZHAR IQBAL KALYAR
Lahore, Punjab, Pakistan.

DR. QAMAR ABBAS
Sr. Headmaster GHS Jalalabad, Multan.

Received on: 05-04-2022 Accepted on: 20-06-2022

Abstract

Journalism has major role in people training, civic peace and unity. The news leads the human to create and invent new forms of communication. This article focused on the role of newspapers and monthly editions in promoting Urdu literature. Journalism is process for publishing books, booklets, journals and newspapers. This article highlights the origin of journalism from the Arabic word "Sahifa" with meaning "Book or Booklet". This article has explored that publishing of news starts from china leading to England, Germany and Europe with writing letters, pasting major news on city walls, using drum to announce major official orders and carving orders on stones. In India the publishing of news started back to Asoka leading to Mughal emperors, East India Company and British rule. Findings indicated that the publishing of newspapers in India start from Hakes Gazette, India Gazette, Kolkata Gazette to many Urdu newspapers like Delhi Urdu Newspaper, Khairkhwa. In early twentieth century, newspapers like Saqi, Zamindar, Hilal, Aodh Akhbar, Tehzib ul Ikhlaq, Nigar and Payam are major newspapers that give the popularity to journalism leading role toward the freedom.

Keywords: Jounalism, Civic peace and unity, invent, communication, literature, explored, news, carving, twentieth century, popularity, freedom.

کسی بھی معاشرے کی تربیت، اقدار کا تحفظ، قیام امن، عوامی حقوق کی حفاظت اور رائے عامہ ہموار کرنے اور متاثر کرنے میں صحافت کو اولیت حاصل ہے۔ سماجی زندگی کو مثبت خطوط پر استوار کرنے میں بھی صحافت کا کلیدی کردار رہا ہے۔ سماجی بھائی چارے نے انسان کو ایک دوسرے سے باخبر رہنے پر مجبور کیا اور آہستہ آہستہ انسان نے ساری دنیا سے باخبر رہنے کا ذریعہ ایجاد کر لیا۔ انسان کی یہ حیثیت ہی انسان کی ترقی کا محرک بنی اور انسان کا یہی اضطراب ترسیل و ابلاغ کے نت نئے وسائل ایجاد کرنے کا موجب بنا۔ انسانی معاشرے کی ترقی میں مختلف علوم و فنون اور انسانی کاوشوں کا ہاتھ رہا ہے۔

ان کاوشوں میں صحافت بھی ایک ایسی کاوش ہے جس نے انسان کو دوسرے انسان کے قریب لانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ صحافت معاشرے کی ترجمانی اور سماج میں ہونے والی معاشرتی تبدیلیوں کو اجاگر کر کے عوام کے سامنے لاتی ہے۔آج صحافت ہمارے معاشرے کا آئینہ بن چکی ہے۔

صحافت بنیادی طور پر اخبار نویسی اور رسالہ نگاری کے عمل کا نام ہے۔تازہ خبریں اور حالات حاضرہ پر مختلف اقسام کے مضامین میں جمع کر کے انہیں ایک معینہ وقفے سے شائع کرنا صحافت کہلاتا ہے۔ صحافت عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کے لغوی معنی کتاب یا رسالہ کے ہیں۔انگریزی میں اسے Journalism کہتے ہیں اور یہ لفظ Journal سے ماخوذ ہے

اس ضمن میں ڈاکٹر شریف الدین اپنی کتاب "اردو صحافت اور حسرت موہانی" میں لکھتے ہیں:

> "صحافت لفظ صحیفہ سے مشتق ہے۔ صحیفہ کے لغوی معنی کتب یا رسالہ کے ہیں۔ صحیفہ سے مراد ایک ایسا مطبوعہ مواد بھی مراد لیا جاتا ہے جو مقررہ ہوقت پر شائع ہوتا رہے۔اس اعتبار سے اخبارات ورسائل کو صحیفے بھی کہا جاسکتا ہے"۔(1)

صحافت کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کی تاریخ انسان کی بیشتر ایجادات کی طرح کافی پرانی ہے خبر یا اخبار کی تاریخ پر اگر نگاہ دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تاریخ بڑی قدیم ہے۔انسائیکلو پیڈیا برٹینکا کے مطابق "رومائے قدیم میں ۵۹ قبل مسیح میں اس قسم کے قلمی اخبارات نمایاں مقامات پر آویزاں کر دیے جاتے تھے۔ جن میں سرکاری خبریں اطلاعات، نیز میدان جنگ کی خبریں بھی ہوتی تھیں اور قلمی خبر نامے کو اِکٹاڈائی کرنا یعنی کارروائی کہا جاتا تھا"۔(2)آج کے دور میں واقعات یا حقائق جاننے کا نام صحافت ہے۔اگر صحافت کے لغوی مفہوم پر دھیان دیا جائے تو یہ لفظ عربی زبان سے اردو میں آیا ہے۔بقول ڈاکٹر جاوید حیات "اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر صحافت کسے کہتے ہیں؟اس سلسلے میں جب ہماری نگاہیں اس کے لغوی معنی و مفہوم کی طرف جاتی ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ لفظ عربی النسل ہے اور اس کا ماخذ صحیفہ ہے۔جس کے معنی کتب ورسائل کے ہیں"۔(3)

صحافت کے معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے عبدالاسلام خورشید لکھتے ہیں "صحافت "کا لفظ صحیفے سے نکلا ہے۔ صحیفہ کے لغوی معنی کتاب یا رسالہ کے ہیں۔ بہر حال عملاً ایک عرصے دراز سے صحیفہ سے مراد ایسا مطبوعہ مواد ہے جو مقررہ وقتوں پر شائع ہوتا ہے۔چنانچہ تمام اخبارات ورسائل صحیفہ ہیں"۔(4)صحافت کی تعریف مختلف لوگوں نے اپنے اپنے مخصوص انداز میں کی ہے۔ لیکن ماحصل سب کا ایک ہی ہے۔

صحافت کی تعریف ڈاکٹر محمد حسین شاہد اپنی کتاب "ابلاغیات" میں کچھ اس انداز سے واضح کرتے ہیں:

> "صحافت خبر ہے۔اطلاع ہے، جانکاری ہے۔ صحافت عوام کے لیے عوام کے بارے میں تخلیق کیا گیا مواد ہے۔یہ دن بھر کے واقعات کو

تحریر میں نکھار کر آواز میں سجا کر تصویروں میں سمو کر انسان کی اس
خواہش کی تکمیل کرتی ہے۔ جس کے تحت وہ ہر نئی بات جاننے کے
لیے بے چین رہتا ہے"۔(5)

صحافت ایک ایسا مشغلہ ہے جس میں پوری سچائی کے ساتھ اخبارات اور جرائد کے لیے خبریں تحریر و مرتب کی جاتی ہیں۔اخبارات اور جرائد کو حقیقی اور سچائی پر مبنی خبریں دینے کا نام صحافت ہے۔انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ کہ انسان اپنے جذبات اور خیالات کو دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ انسانی تخیل کی پرواز کی کوئی حد نہیں۔انسان جو کچھ سوچتا اور محسوس کرتا ہے اور اپنی تحقیقی حس کی وجہ سے اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔اور انسان کی یہی کاوش نئی ایجاد کو موجب بنی ہے۔اس ضمن میں محترم عبدالحئی اپنی کتاب "اردو صحافت اور سرسید احمد خاں" میں لکھتے ہیں:

"ترسیل و ابلاغ بھی انسانی جبلت میں شامل ہیں اور اس کی شروعات
اشاروں کنایوں سے ہوئی ہے۔ پھر دھیرے دھیرے اسی ترسیل میں
آوزیں شامل ہو گئیں ۔ الفاظ کی تخلیق ہوئی اور نئی نئی زبانوں کی
شروعات ہوئی۔ پھر انسان کی سوچ نے آواز اور خیالات کو ایک مستقل
روپ دینے کی کوشش کی اور تصویروں کا دور شروع ہوا۔ تقریباً چھ
ہزار سال پہلے دجلہ فرات کی سرزمین سے تصویری رسم الخط کا آغاز
ہوا۔ کئی برسوں تک اس میں کچھ خاص تبدیلیاں نہیں ہوئیں۔بعد میں
آوازوں کے بنیادی عناصر کو حروف کی شکل میں ڈھال دیا گیا۔یونانیوں
نے حروف کو ایک شکل دے کر پڑھنے لکھنے کے کام میں آسانی پیدا کر
دی"۔(6)

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ سب سے قدیم رسم الخط چینی زبان کا ہے اور کاغذ بھی چین کی ہی ایجاد ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر محمد شاہد حسین اپنی کتاب "ابلاغیات" میں لکھتے ہیں:

چین کی تہذیب بھی تحریر کے سلسلے میں پوری دنیا میں نمایاں مقام
رکھتی ہے۔ گو کہ وہاں دستیاب ہونے والی سب سے قدیم کتاب کا
زمانہ ۲۱۳ق م بتایا جاتا ہے، جو ریشم پر تحریر ہے۔ مگر محققین اس بات
پر متفق ہیں کہ چین میں تحریر کا وجود ۳۰۰۰ق م سے ہی تھا۔ کاغذ کی
ایجاد کا سہرا چین کے سر ہے ۔ ایک اندازے کے مطابق چین نے

۱۰۴ء میں کاغذ تیار کر لیا تھا۔ چین نے سات سو سال تک اس ایجاد کو دنیا کی نظروں سے چھپائے رکھا۔ پھر بھی کچھ ترکستانی علاقے میں چینیوں سے یہ راز معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"(7)

جس طرح کاغذ کی ایجاد کا سہرا چین کے سر ہے اسی طرح پہلا چھاپہ خانہ بھی چین میں ایجاد ہوا۔ اور پہلی کتاب شائع کرنے کا اعزاز بھی چین کو ہی حاصل ہے۔ بقول ڈاکٹر عبدالسلام خورشید "چین کے صوبہ کانسو میں دنیا کی قدیم ترین کتاب دریافت ہوئی۔ اس میں لکھا تھا کہ اس کتاب کو "وانگ چی لا" نے ۱۱ مئی ۱۸۶۸ء کو مفت تقسیم کرنے کے چھاپہ تھا۔ تاکہ اس کے والدین کی یاد کو دوام حاصل ہو"۔(8) چین سے شروع ہونے والا چھپائی کا یہ سلسلہ مختلف مغربی ممالک سے ہوتا ہوا انگلستان پہنچا اور پندرھویں صدی عیسوی میں لندن سے باقاعدہ چھپائی کا آغاز ہوا۔ اس حوالے سے جوزف آرڈومینک اپنی کتاب "ڈائنامکس آف ماس کمیونیکیشن" میں لکھتے ہیں:

" WILLIAM Caxton, introduced the printing Press in to Great Britain in 1487 and established a profitable London Printing Company that published the leading books of the day". 9

یورپ کی تاریخ کا اگر عمیق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو اس بات کا بخوبی انداز ہوتا ہے کہ وہاں ایک حویلی سے دوسری حویلی اور ایک بادشاہ سے دوسرے بادشاہ تک خبریں لے جانے والے گشتی درویش تھے جو مستقل طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ معلومات کی ترسیل کرتے تھے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر محمد شاہد حسین شاہد "اردو صحافت اور حسرت موہانی" کی تقدیم میں لکھتے ہیں:

"صحافت کی تاریخ طباعت کی ایجاد سے بہت پہلے شروع ہو جاتی ہے۔ ابتداء میں واقعات ہاتھ سے لکھ کر لوگوں تک پہنچائے جاتے تھے۔ سولہویں صدی کے انگلستان میں یہ رواج ہو گیا تھا کہ جب کوئی ایسا اہم واقعہ وقوع پذیر ہوتا جس کا تعلق عوام سے ہوتا تو حکومت ایک قلمی خبر نامہ جاری کرتی اسے نیوز شیٹ کہا جاتا۔ ان چیزوں کو جدید صحافت کی ابتداء کے معنوں میں لیا جا سکتا ہے۔ کہ ان کے ذریعے خبروں کو عوام تک پہنچانے کا طریقہ وجود میں آیا"۔(10)

انگلستان کے ساتھ ساتھ یورپ کے دیگر ممالک میں بھی اسی طرح کا رواج پایا جاتا ہے جو سولہویں صدی میں باقاعدہ رواج کی صورت اختیار کر گیا۔ جرمنی سے شائع ہونے والا پہلا مطبوعہ اخبار بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے اور یہ سلسلہ انگلستان سے ہوتا ہوا ہندوستان تک بھی پہنچ گیا۔

اس ضمن میں خالد محمود عالی اپنی کتاب "تاریخ اردو مسلم صحافت" میں لکھتے ہیں:

"صحافت کی تاریخ میں پہلا مطبوعہ اخبار Avis Relation "Oderzeitung" تھا۔ یہ ۱۶۰۹ء میں جرمنی سے شائع ہوا۔ دو سال بعد انگلستان سے ایک اور اخبار News From Spain کے نام سے شائع ہونا شروع ہوا"۔(11)

جیسے جیسے تہذیب و تمدن ترقی کرتی گئی ویسے ہی انسان ضروری اشیاء کی ایجادات کرتا گیا۔ ہندوستان میں بھی خبروں کو ایک جگہ سے دوسری پہنچانے کے لیے اخبارات کا سہارا لیا گیا۔ بعض مقامات پر ڈھول بجا کر سرکاری فرمان سنائے جاتے تھے اور اس کے علاوہ پتھروں پر بھی سرکاری احکامات کنندہ کرائے جاتے تھے۔ اس حوالے سے محمد عتیق صدیقی اپنی کتاب "ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں" رقمطراز ہیں:

"پرانے زمانے کے کتبے اور ستون خبر رسانی کی ابتدائی تاریخ کی گمشدہ کڑیاں ہیں۔ اس زمانے میں ستونوں اور چٹانوں پر عبارتیں کنندہ کر کے سرکاری قوانین، مذہبی احکام اور اخلاقی اصول لوگوں تک پہنچائے جا تے تھے۔ اسی طرح کا ایک قدیم ترین سنگی کتبہ قدس (بیت المقدس) کے جنوب مشرقی سرے کی ایک پہاڑی پر ملا ہے۔ اس کی زبان انجیلی عبرانی ہے اور ہر کتبہ کم و بیش سات سو سال قبل مسیح کا ہے"۔(12)

ہندوستان میں اگر صحافت کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت ضرور آشکار ہوتی ہے کہ اشوک کے عہد سے لے کر مغلوں کے دور تک خبروں کی ترسیل و اشاعت کا محدود پیمانے پر کوئی نہ کوئی نظام ہمیشہ موجود رہا تھا۔ جو ہر زمانے میں فرمانرواؤں کو ملک کے حالات اور رعایا کے خیالات سے آگاہ رکھتا تھا۔ اس بارے میں محمد عتیق صدیقی اپنی کتاب 'ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں" میں لکھتے ہیں:

"ہندوستانی بادشاہوں نے خبر رسانی کی اہمیت کو اس حد تک محسوس کر لیا تھا کہ ہر ضلع میں ایک اخبار نویس مقرر کیا جاتا تھا۔ جس کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے علاقے کے حالات سے بادشاہ کو اور اس کے وزیروں کو بے کم و کاست اطلاع دیا کرے"۔(13)

مغل بادشاہوں نے خبر رسانی کو اعلیٰ پیمانے پر ترقی دی اور خبریں حاصل کرنے کے لئے خفیہ پولیس اور ہرکارے متعین کیے جو پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے تھے۔ مغلوں کے عروج کے ساتھ ساتھ اخبار نویسی کے فن نے بھی عہد بہ عہد ترقی کی۔ چنانچہ اورنگزیب کے عہد

میں اخبار نویسوں کا ایک جال سا بچھ گیا۔ یہی وجہ ہے اس عہد کی تاریخوں میں اخبار نویس اور واقعہ نویس وغیرہ کا بکثرت ذکر ملتا ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں بھی اس طرح کے اخبار نویس ہوتے تھے۔ شروع شروع میں انگریزوں اور ایسٹ انڈیا کمپنی سے متعلق کام کے لیے اخبار نویس مقرر کیے جاتے تھے۔ ہندوستان میں جدید صحافت کا آغاز بھی انگریزوں کی ہی مرہون منت ہے۔ ہندوستان میں پہلا انگریزی اخبار ایک برطانوی انگریز جیمس آگسٹس ہکی نے "ہکیز بنگال گزٹ" کے نام سے جاری کیا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر شعیب رضا وارثی اپنی کتاب " آزادی کے بعد دہلی میں اردو کے ادبی رسائل کا تنقیدی جائزہ" میں لکھتے ہیں":

> "۱۷۸۰ء میں کلکتہ سے ہندوستان کے پہلے دو اخبارات کا اجراء ہوا تھا۔ پہلا اخبار جو اپنے مالک اور ایڈیٹر مسٹر ہکی کے نام سے ملتا جلتا "ہکیز گزٹ" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا دوسرا نام کلکتہ جرنل ایڈوائزر بھی تھا۔ ۲۹ جنوری ۱۷۸۰ء میں اس ہفتہ وار اخبار کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ ہکی گزٹ کے اجراء کے نو ماہ بعد نومبر ۱۷۸۰ء میں "انڈیا گزٹ" کلکتہ سے ہی جاری ہوا۔ جو ہندوستان کا دوسرا انگریزی ہفتہ وار اخبار تھا۔ اور اپنے پیش رو کے جواب میں نکالا گیا"۔(14)

جیمس آگسٹس ہکی کا اخبار "ہکیز گزٹ" جدید معنوں میں اخبار تھا۔ کیوں کہ اسی اخبار سے ہندوستان میں جدید صحافت کی ابتدا ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ انگریزی صحافت کی فضا بھی ہموار ہو گئی۔ اسی طرح کچھ عرصہ بعد ہندوستان کے تیسرے انگریزی اخبار "کلکتہ گزٹ" کا آغاز ہوا۔ اس اخبار کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں انگریزی کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی اور بنگالی زبانوں کے اشتہارات بھی شائع ہوتے تھے۔ یہ بھی ہفت روزہ اخبار تھا اور اسے بھی حکومت سرپرستی حاصل تھی۔ ہفت روزہ "کلکتہ گزٹ" کے ایڈیٹر فرانس گلیڈون تھے جو انگریزی کے ساتھ ساتھ فارسی زبان پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے اخبار میں فارسی زبان کی جھلک بھی نمایاں نظر آتی تھی، اس ضمن میں ڈاکٹر محمد شاہد حسین اپنی کتاب "ابلاغیات" میں لکھتے ہیں"۔

> "کلکتہ گزٹ کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس اخبار کے ابتدائی نمبروں میں ایک کالم فارسی زبان کا بھی ہوتا تھا۔ اور خلاصہ اخبار دربار معلیٰ پہ دار الخلافت شاہ جہاں آباد اس کالم کی مستقل سرخی ہوا کرتی تھی"۔(15)

اس کے علاوہ اس ہفتہ وار اخبار میں فارسی زبان اور فارسی رسم الخط ہی مغل دربار کی خبریں بھی انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کی جاتی تھی۔ اٹھارویں صدی کے اواخر تک ہندوستان کے مختلف شہروں سے اردو و فارسی اخبارات نکلنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان اخبارات میں خبروں کے

علاوہ تفریحی مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ انگریزی اخبارات کی طرح ان اخبارات کے مخاطب بھی ہندوستان کی عوام تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان اخبارات نے نہایت کم عرصے میں اپنا ایک منفرد مقام حاصل کر لیا۔ اس بارے میں ڈاکٹر شعیب رضا وارثی اپنی کتاب "آزادی کے بعد دہلی میں اردو کے ادبی رر سائل کا تنقیدی جائزہ" میں لکھتے ہیں:

"انیسویں صدی کے اوائل میں فارسی اور اردو صحافت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور میں فارسی اور اردو کے بہت سے اخبارات نے جنم لیا۔ راجہ رام موہن رائے نے فارسی کے پہلے اخبار کا اجراء کلکتہ سے ۱۸۲۳ء میں "مرأۃ الاخبار" سے کیا۔ یہ ہفت روزہ اخبار تھا۔ اس اخبار کے علاوہ شمالی ہند سے فارسی کے بہت سے اخبارات جاری ہوئے۔ مثلاً زبدۃ الاخبار، سراج الاخبار، آئینہ سکندری، ماہ عالم افروز، سلطان الاخبار، لدھیانہ اخبار، احسن الاخبار وغیرہ۔ ان اخبارات کی اشاعت اس بات کی دلیل ہے کہ انیسویں صدی کے نصف تک ملکی اور دیسی زبانوں میں صحافت کافی ترقی کر چکی تھی۔ یہ اخبارات محض خبر رسانی ہی نہیں کر تے تھے بلکہ اس دور کے زبان و ادب کی ترجمانی بھی کر تے تھے"۔(16)

ان اخبارات میں سیاسی خبریں، ملکی و غیر ملکی واقعات اور مقامی خبروں کو نمایاں جگہ دی جاتی تھی۔ ہندوستان میں اردو صحافت کا آغاز ہوا تو اس نے انگریزی صحافت سے بھی کچھ مثبت اور صحت مندانہ عناصر کو قبول کیا۔ اردو کا پہلا اخبار جام جہاں نما تھا جو انیسویں صدی کے اوائل میں نکلنا شروع ہوا۔ اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کا دوسرا اخبار جام جہاں نما تھا جو کلکتہ سے شروع ہوا۔ جام جہاں نما کے علاوہ بمبئی سے "بمبئی سماچار" نکلنا شروع ہوا۔ ابتدا میں یہ ہفت روزہ تھا بعد میں یہ اخبار روزنامے میں تبدیل ہو گیا۔ اس بارے میں ڈاکٹر شعیب رضا وارثی اپنی کتاب "آزادی کے بعد دہلی میں اردو کے ادبی رسائل کا تنقیدی جائزہ" میں لکھتے ہیں:

"موجودہ تحقیق کے مطابق اردو کا پہلا اخبار "جام جہاں نما" کلکتہ سے ۱۸۲۲ء میں جاری ہوا۔ یہ اردو صحافت کے سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ یہ ایک ہفت روزہ اخبار تھا اور جام جہاں نما اور فارسی مرآۃ الاخبار کا چند روز کے تفاوت سے ایک ساتھ اجراء ہوا تھا۔ جام جہاں نما کے صرف چھ شمارے شائع ہوئے تھے"۔(17)

جام جہاں نما کے اجراء کے کچھ عرصہ بعد جام جہاں نما کو مکمل طور پر بند کر دیا گیا۔اس کے بند ہو جانے کے بعد اردو صحافت کی دنیا میں تاریکی چھا گئی۔اس بارے میں مولوی محبوب عالم اپنی تصنیف اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ میں لکھتے ہیں :

"اردو صحافت کی ابتدا کو دیکھا جائے تو ایک اعتبار سے قبل از وقت (Pre-mature) ہوئی تھی۔یہی وجہ ہے کہ اسے از سر نو آغاز کے لیے مزید چودہ پندرہ برس تک انتظار کی راہ دیکھنی پڑی۔اردو کے اولین اخبارات جام جہاں نما (۱۸۲۲)اور شمس الا خبار (۱۸۳۲) قارئین کی اردو زبان سے عدم دلچسپی کے باعث چند سال کے عرصے میں بند ہو گئے۔اور ایک دہائی سے بھی زیادہ مدت تک کسی نئے اخبار کے اجراء کی سرے سے نوبت ہی نہ آئی"۔(18)

۱۸۳۵ء میں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ ملنے کے ساتھ ساتھ اردو صحافت کو بھی دوام نصیب ہوا۔ صحافت کو آئینی آزادی ملنے کے ساتھ ہی دہلی سے دو اردو اخبارات کا اجراء ہوا۔ بقول ڈاکٹر شعیب رضا وارثی "دہلی میں سب سے پہلے "اخبار دہلی "کا اجراء ہوا جو بعد میں "دہلی اردو اخبار" کے نام سے مشہور ہوا۔ ۱۸۳۵ میں اسی اخبار کا نام اخبار الا ظفر" رکھ دیا گیا۔ دہلی اردو اخبار محمد حسین آزاد کے والد محمد باقر نے نکالنا شروع کیا تھا۔ محققین اس بات پر متفق ہیں کہ "اخبار دہلی "اردو کا دوسرا اخبار تھا اور شمالی ہند کا پہلا اخبار"(19) دہلی اردو اخبار کی اشاعت کے بعد اردو صحافت کی دنیا میں ایک نئی روح بیدار ہو گئ۔اور ملک کے طول و عرض سے بے شمار اردو اخبارات اور رسائل کا اجراء ہوا۔ان اخبارات کی تاریخی اعتبار سے بھی بڑی قدر و قیمت تھی۔اس ضمن میں ڈاکٹر شعیب رضا وارثی اپنی تصنیف "آزادی کے بعد دہلی میں اردو کے ادبی رسائل کا تنقیدی جائزہ" میں رقمطراز ہیں :

"دہلی میں بھی کافی تعداد میں اخبار کی اشاعت یکے بعد دیگر ہوئی جو سیاسی اور سماجی اعتبار سے الگ اہمیت کے حامل ہیں۔ مثلاً سید الاخبار ،مظہر حق ،صادق الاخبار ،قرآن السعدین، کریم الاخبار ،گل رعنا، چند اخبارات ایسے بھی شائع ہوئے جن کی سائنس ،قانون اور تاریخی اعتبار سے بھی کافی قدر و قیمت ہے۔ان میں قواعد شائقین اور فوائد الفاظ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔دہلی میں رسائل کی اشاعت کا سلسلہ ۱۸۴۷ء سے شروع ہوا۔ خیر خواہ ہند کے نام سے ایک پرچہ ماسٹر رام چندر کی نگرانی میں نکالا گیا اور وہی اس رسالے کے ایڈیٹر بھی تھے۔ محققین کی رائے

کے مطابق "خیرہ خواہ ہند" اردو کا پہلا رسالہ تھا جو کہ ستمبر ۱۸۴۷ء کو شمالی ہند میں دہلی سے جاری ہوا۔ یہ ایک علمی و ادبی ماہنامہ تھا جو انگریزی ماہ کی پہلی تاریخ کو نکلتا تھا"۔(20)

رسالہ خیر خواہ ہند مرزاپور سے ایک پادری آر بی ماتھر نے شروع کیا تھا۔اردو کے اس پہلے رسالے میں فارسی اور اردو زبان میں مضامین شائع ہوتے تھے۔اس رسالے کے مدیر نے اسے مذہب کی تبلیغ کے لیے شروع کیا تھا اور اس میں زیادہ تر مذہبی عقائد پر مبنی مضامین شائع ہوتے تھے۔بقول نادر علی خاں "خیر خواہ ہند کے اجراء سے عیسائیت کو کتنا نفع پہنچا یہ موضوع سے خارج ہے، البتہ اس کے قیام سے نہ صرف اردو کا ایک مطبع مرزاپور سے جاری ہوا بلکہ اردو زبان جو شعر و شاعری اور داستان ن کے آہنی پنجے میں مقید تھی اسلوب اور موضوعات کے اعتبار سے وسیع تر ہو گئی"۔(21) دہلی میں جس وقت اردو رسائل کا آغاز ہوا اس وقت عوام کا ذہن قطعی تعلیم کی طرف مائل نہیں تھا۔پڑھے لکھے لوگوں میں مذہب اور ادب سے کچھ حد تک دلچسپی تھی۔مذہبی و سیاسی رسائل کے علاوہ ایسے رسائل بھی شائع ہوتے تھے جن کا مقصد لوگوں میں علمی، سائنسی اور ادبی بیداری پیدا کرنا تھا۔ان رسائل میں دیگر معلومات کے علاوہ سیاست، مشاعرے، سول سوسائیٹیوں کے کارنامے، دلی کے حالات اور اہل علم لوگوں سے متعلق مضامین شائع ہوتے تھے۔ان رسائل میں صحت مندانہ صحافت ابھر کر سامنے آئی۔علمی و ادبی رسائل کے ساتھ ساتھ دیگر موضوعات پر بھی اردو رسائل کا سلسلہ شروع ہوا جس سے ہندوستان کی اردو صحافت میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔اس ضمن میں عبدالحئی اپنی کتاب "اردو صحافت اور سر سید احمد خاں" میں لکھتے ہیں:

"۱۸۵۳ء میں منشی دیوان چند نے "ہمائے بے بہا" شروع کیا۔اس میں تعلیم اور سائنس کے تعلق سے زیادہ مضامین شائع ہوتے تھے۔ محمد احسن نوری نے یکم جولائی ۱۸۵۴ء کو "معلم ہند" کے نام سے رسالہ شروع کیا۔یہ ۳۲ صفحات کا رسالہ تھا اور اس میں تعلیم و تربیت پر زیادہ مواد ہوتا تھا۔جنوری ۱۸۵۴ء میں خورشید پنجاب شروع ہوا جو اس وقت کا کافی معیاری رسالہ تھا۔۱۸۴۸ء میں معیار الشعراء آگرہ سے شروع ہوا۔فوائد الشائقین کی شروعات ۱۸۴۶ء میں ہوئی تھی جو قانونی معاملات اور عدالتوں پر مشتمل مضامین شائع کرتا تھا۔مسدن القوانین کی شروعات ۱۸۵۶ء میں ہوئی تھی اس میں بھی قانونی اور عدالتی فیصلوں کے متعلق کافی مواد شائع کیا جاتا تھا"۔(22)

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی نے جہاں ہندوستان کے سیاسی، معاشی اور اقتصادی حالات پر دوررس نتائج مرتب کیے وہیں پر اردو زبان و ادب

اور روز مرہ زندگی پر بھی گہرے نقوش ثبت کیے۔ اس جنگ کے بعد ہندوستان کی صحافت نے بھی ایک نئی کروٹ لی۔ ہندوستان کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر ماسٹر پیارے لال نے ایک ادبی تنظیم "دہلی سوسائیٹی" کے نام سے قائم کی۔ جس کا مقصد ادبی مضامین کو فروغ دینا تھا۔ اس بارے میں ڈاکٹر شعیب رضا وارثی اپنی تصنیف "آزادی کے بعد دہلی میں اردو کے ادبی رسائل کا تنقیدی جائزہ" میں رقمطراز ہیں:

> "۱۸٦۷ء" میں دہلی سوسائیٹی" کے نام سے دہلی میں ایک تنظیم قائم ہوئی تھی جو کہ ایک علمی و ادبی جماعت تھی۔ یہ ماسٹر پیارے لال آشوب کی قائم کردہ سوسائٹی تھی۔ اس سوسائٹی کے تحت باقاعدہ میٹنگیں ہوا کرتی تھیں۔ جن کی روداد شائع کرنے کے لیے ایک رسالہ ۱۸٦۷ء میں "رسالہ دلی سوسائیٹی " کے نام سے جاری ہوا۔ اس سوسائٹی کی میٹنگوں میں مضامین پڑھنے والے دہلی کے اہل حضرات ہو تے تھے۔ جن میں مرزا غالب، منشی ذکاءاللہ، ماسٹر رام چندر، مولانا حالی اور حکیم غلام رضا خاں دہلوی کے نام اہم ہیں۔ اس سوسائیٹی کا مقصد علمی و ادبی موضوعات کو فروغ دینا تھا۔ اس سوسائٹی میں جو ادبی مضامین پڑھے جاتے ان پر بحث بھی ہوتی تھی۔ بعد میں ان مضامین کو رسالے میں چھاپ دیا جاتا"۔(23)

شعر و سخن کے بھی مختلف رسائل مشاعرہ اسلام، جادو، گلدستہ کلام و دیگر منظر عام پر آئے اس کے علاوہ علمی و ادبی رسائل سمیت قانونی رسائل بھی یکے بعد دیگرے شائع ہوتے رہے۔ بیسویں صدی میں اردو صحافت نے ترقی کی مزید منازل طے کیں۔ ہندوستان کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ابوالکلام آزاد، حسرت موہانی اور مولانا ظفر علی خان جیسے لوگوں نے اردو صحافت کے میدان میں قدم رکھا۔ اس دور کی صحافت کا نمایاں پہلو یہ بھی کہ اس دور کی صحافت میں انگریزوں کے خلاف باغیانہ عنصر بھی نمایاں تھا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صالح عبداللہ اپنی کتاب "اردو صحافت میں اظہار وابلاغ کے مختلف پیرائے کا تنقیدی جائزہ" میں لکھتے ہیں:

> "بیسویں صدی کے شروع میں اردو میں تہذیب الاخلاق، اودھ اخبار، اردو اخبار، مخزن، اردو معلیٰ، تہذیب نسواں اور ہمدم لکھنوٴ موجود تھے۔ اس کے بعد وکیل امر تسر، پیسہ اخبار لاہور، الہلال والبلاغ کلکتہ، مدینہ بجنور، زمیندار لاہور شائع ہوئے۔ مولانا محمد علی جوہر، ابوالکلام

، حسرت موہانی اور ظفر علی خاں نے صحافت کے میدان میں دھوم مچا
دی۔ زمیندار جیسی مقبولیت اردو میں کسی بھی اخبار کو نہ ملی جو ۱۹۴۷ء
تک شان سے نکلتا رہا"۔(24)

ان اخبارات نے اپنی انقلابی تحریروں کے ذریعے عوام میں زبردست ذہنی بیداری پیدا کی اور آزادی کے مقصد کو تقویت بھی پہنچائی۔ بقول گر بچن چندن "آزادی سے قبل ہندوستان کی سب سے بڑی صحافت، اردو صحافت تھی جن کی آبیاری میں مذہبی فرقوں کی کوئی تفریق نہیں تھی"۔(25) ہندوستان میں بے باک ونڈر صحافیوں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حسرت موہانی، ظفر علی خاں اور ابوالکلام آزاد نے تنقیدی مضامین اور شاعری کے ذریعے اجتماعات سے خطاب کر کے مسلمانوں میں بیداری کی ایک نئی روح پھونکی۔ آزادی کی جدوجہد اور مسلمانوں میں ذہنی بیداری کو اجاگر کرنے کے لیے شاہد احمد دہلوی کا ترقی پسند تحریک کا ترجمان رسالہ "ساقی" نے بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ رسال ۱۹۳۰ء کو جاری ہوا اور تقسیم ہندوستان کے بعد شاہد احمد دہلوی اس رسالے کو پاکستان لے آئے۔ اس بارے میں انور علی دہلوی اپنی کتاب "اردو صحافت" میں رقمطراز ہیں:

"ملک کی تقسیم کے وقت دہلی سے جو ادبی رسالے نکلتے تھے ان میں
"ساقی" اور "شاہرہ" نے تمام ادبی حلقوں میں بہت شہرت پائی۔ ان
کے قارئین کا حلقہ بھی بہت بڑا تھا۔ "ساقی" شاہد احمد دہلوی مرحوم
کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گیا"۔(26)

اخبارات و رسائل کی تاریخ گواہ ہے کہ اخبارات نے حکومتیں قائم کی ہیں۔ کئی حکومتوں کو استحکام بخشا اور کئی حکومتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اس ضمن میں خالد محمود عالی اپنی کتاب "تاریخ اردو مسلم صحافت" میں رقمطراز ہیں:

"قیام پاکستان سے قبل برصغیر پاک و ہند میں مطبوعہ صحافت کی اقسام
منظر عام پر آئیں۔ ان میں روزنامے، سہ روزہ، ہفت روزہ، پندرہ روزہ
علمی و ادبی ماہنامہ و سہ ماہی مجلے اور سرکاری اداروں و تعلیمی اداروں کے
مجلے شامل ہیں۔ قیام پاکستان کا وجود بھی انہی کے دم سے ہوا۔ انہوں
نے مل کر عوام کو سیاسی شعور بخشا اور ان کو بیدار کیا۔ یہی عمل آج بھی
جاری ہے۔ پاکستان کے قیام کے لیے جن اخبارات نے اہم کردار ادا کیا
ان میں زمیندار، نوائے وقت، احسان، انقلاب اور شہباز شامل ہیں"۔
(27)

اردو صحافت کی تاریخ ایک معنی میں ہماری تہذیبی زندگی کی تاریخ بھی ہے۔اسے مختلف ادوار میں جن لوگوں کی سرپرستی حاصل رہی ان سب کا اثر صحافت پر دیکھا جاسکتا ہے۔اس ضمن میں مولانا ظفر علی خاں کا زمیندار، نیاز فتح پوری کا نگار، قاضی عبدالغفار کا پیام، ماجد دریاآبادی کا سچ و صدق جدید اور متعدد اخبارات ورسائل نے صحافتی وادبی دنوں حیثیتوں سے اردو زبان وادب کو نئے مزاج سے رشناس کروانے میں اہم کردا ادا کیا۔بقول احمد ابراہیم علوی "جہاں تک اردو صحافت کا تعلق ہے الزامات کی بوجھاڑ کے باوجود اس سے انکار ممکن نہیں کہ یہ جدید تقاضوں سے بہر حال ہم آہنگ ہے اور اس کا تقدس بہر طور برقرار بھی ہے"۔(28)الغرض صحافت کا زندگی اور زندگی کا ادب سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔آج پاکستان میں ادب اور صحافت نہ صرف دوش بدوش ہیں بلکہ زندگی کی ہمہ ہمی میں دونوں کا کردار لازم وملزوم ہو کر رہ گیا ہے۔ادب زندگی کا ترجمان بن گیا ہے۔اور زندگی واقعات کے گردوپیش سے اپنا واسطہ نہیں توڑ سکتی۔طاقت، قوت اور اثر میں صحافت کو پارلیمنٹ کے مماثل ریاست کا چوتھا ستون قرار دیا گیا ہے۔صحافت کا انسانی جذبات واحساسات سے بھی گہرا تعلق ہے اور صحافت ہندوستان کی قدیم ترین اور تاریخی اعتبار سے موئثر اور موقر صحافت ہے۔ملک کی معاشرتی اور سیاسی زندگی میں اردو صحافت نے تعمیری کردار ادا کیا ہے۔اردو زبان کے جرائد واخبارات کافی بڑی تعداد میں ملک کے مختلف حصوں سے شائع ہوتے رہے۔اردو صحافیوں کو صحافت کے نئے اطوار اور نئے انداز فکر کو اپنانا ہوگا۔اگر حکومتی سطح پر اردو صحافت کے میدان میں مثبت اور تعمیری اقدام کے جائیں تو اردو صحافت یقیناً دوسری زبانوں کی صحافت میں زیادہ اہم اور زیادہ منظم ہو جائے گی۔جو دراصل اردو صحافت کے ساتھ ساتھ اردو بولنے، لکھنے اور پڑھنے والوں کی کامیابی ہو گی۔

References

1- Sharif ud Din, Doctor, Urdu Sahafat aur Hasrat Mohani, Educational Publishing House, Dehli,2005, Page 21
2- Urdu Encyclopidia of Britinca , Jild 12, Matboa , America, 1970, Page 87
3- Javid Hayat, Doctor, Mubadiat Sahafat, Maktaba Azad Gulzar, Patna, 1988 Page 11
4- Abdu Salam Khurshid, Doctor, Fan-e-Sahafat, Majlis Tarqi adab, Lahore, 1923, Page 9
5- Muhammad Hussain Shahid , Doctor, Blaghiat, Eduational Publishing House , Dehli, 2003, Page 44
6- Abdul Hai, Urdu Sahafat aur Sir Syed Ahmad Kha, Educational Planning House, Delhi, 2008, Page, 21,22
7- Muhammad Hussain Shahid , Doctor, Blaghiat, Eduational Publishing House , Dehli, 2003, Page 45
8- Abdu Salam Khurshid, Doctor, Fan-e-Sahafat, Majlis Tarqi adab, Lahore, 1923, Page 10
9- Jozaf Arro Maink, Dynamic of Mass Communication, Mag Garahil, Publications, New York, 1992, Page, 81
10- Muhammad Hussain Shahid, Doctor, Ablaghiat, Educational Publishing House, Dehli, 2003, Page 45
11- Khalid Mhmood Aali, Tarikh Urdu Muslim Sahafat, Ali Publications Bahawalpur, 1992, Page 81
12- Muhammad Attique Siddiqui, Hindostani Akhbar Naweesi Company Kay Ehad Main, Anjamn Taraqi Urdu Hind, Ali Garh , 1987, Page 25
13- Muhammad Attique Siddiqui, Hindostani Akhbar Naweesi Company Kay Ehad Main, Anjamn Taraqi Urdu Hind, Ali Garh , 1987, Page 28
14- Shoiab Raza Warsi, Doctor, Azadai ky baad Delhi main Urdu ky Adbi Rasail ka Tanqidi Jaiza ,

Maktaba Jamia Limited, New Delhi, Page 12
15- Muhammad Hussain Shahid, Doctor, Ablaghiat, Educational Publishing House, Dehli, 2003, Page 64
16- Shoiab Raza Warsi, Doctor, Azadai ky baad Delhi main Urdu ky Adbi Rasail ka Tanqidi Jaiza , Maktaba Jamia Limited, New Delhi, Page 12,13
17- Shoiab Raza Warsi, Doctor, Azadai ky baad Delhi main Urdu ky Adbi Rasail ka Tanqidi Jaiza , Maktaba Jamia Limited, New Delhi, Page 14
18- Molvi Mehboob Aalam, Urdu Sahafat ki ik Nadar Tarikh, Fehrist Akhbarat, Hind, Magrabi, Pakistan Urdu Academy, Lahore
19- Shoiab Raza Warsi, Doctor, Azadai ky baad Delhi main Urdu ky Adbi Rasail ka Tanqidi Jaiza , Maktaba Jamia Limited, New Delhi, Page 14
20- Shoiab Raza Warsi, Doctor, Azadai ky baad Delhi main Urdu ky Adbi Rasail ka Tanqidi Jaiza , Maktaba Jamia Limited, New Delhi, Page 15
21- Nadir Ali Khan, Urdu Sahafat Ki Tarikh, Print Yard Printer, Lahore, 2014, Page 247
22- Abdul Hai, Urdu Sahafat aur Sir Syed Ahmad Kha, Educational Planning House, Delhi, 2008, Page, 47
23- Shoiab Raza Warsi, Doctor, Azadai ky baad Delhi main Urdu ky Adbi Rasail ka Tanqidi Jaiza , Maktaba Jamia Limited, New Delhi, Page 182
24- Saleh Abdullah , Doctor , Urddu Sahafat main Izhar, Ablag kay Mukhtaliif Parayay ka tanqeedi Jaiza, Educational Publishing House , year nil, Page 186
25- Garbachan Chandan, Urdu Sahafat ka Safer , Educational Publishing House , New Delhi, 2007, Page 12
26- Anwer Ali Dehlvi, Sahafat , Eduational Publishing House, New Delhi, 2014, Page 186
27- Khalid Mehmood Aali, Tarikh Urdu Muslim Sahafat, Ali Publications, Bahawalpur, 1992, Page 91
28- Ahmad Ibrahim, Alvi, Urdu Sahafat ka Jaiza, Quality Processes, Lakhnao, 2000, Page 13